نحنُ انصاراللّٰہ

Majlis Ansarullah Canada

We are the helpers of Allah

اپریل 2026ء، شوال، ذی القعدہ 1447ھ، شہادت 1405ہش

www.nahnuansarullah.ca

نگران

شاہد منصور صدر مجلس انصار اللہ کینیڈا

مدیرِ اعلیٰ

سہیل احمد ثاقب نائب صدر مجلس انصار اللہ کینیڈا

مینیجر

محمد موسیٰ قائد اشاعت مجلس انصار اللہ کینیڈا

مدیران

غلام مصباح بلوچ قائد تربیت و نائب صدر مجلس انصار اللہ کینیڈا،
امتیاز احمد سراء، معتز القزق

معاونین

کاشف بن ارشد نائب قائد اشاعت مجلس انصار اللہ کینیڈا،
مسعود احمد نائب قائد اشاعت مجلس انصار اللہ کینیڈا

خصوصی دعاؤں کی تحریک

امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے ایک رؤیا کی روشنی میں احباب جماعت کو خصوصی دعاؤں کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا: اگر احباب جماعت مندرجہ ذیل دعاؤں کا ورد کریں گے تو ایک محفوظ قلعے میں محفوظ ہو جائیں گے جہاں شیطان کبھی داخل نہیں ہوسکتا۔ اس قلعے کی دیواریں لوہے کی ہیں اور آسمان تک پہنچی ہوئی ہیں۔ پس کوئی سوراخ ایسا نہیں رہے گا جہاں سے شیطان حملہ کر سکے۔

نمبر 1: سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ

ہر بڑا فرد جماعت 200 دفعہ روزانہ پڑھے۔

15 سے 25 سال کے ممبران جماعت (کم از کم) 100 دفعہ روزانہ پڑھیں

بچے (کم از کم) 33 دفعہ روزانہ پڑھیں - چھوٹی عمر کے بچے تین، چار دفعہ روزانہ (والدین پڑھائیں)

نمبر 2: استغفار (اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ)۔

100 دفعہ روزانہ

حضور انور نے فرمایا: اسی طرح میں یہ بھی شامل کرتا ہوں

نمبر 3: رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ

100 دفعہ روزانہ

حضور انور ایدہ اللہ نے مزید فرمایا: ان دنوں میں جبکہ شیطان ہر حیلے سے بحیثیت جماعت بھی اور مجموعی طور پر ہمارے پر حملے کرنے کی کوشش کر رہا ہے، عمومی طور پر دنیا میں بھی اس سے بچنے کے لیے ایک ہی ذریعہ ہے کہ خاص طور پر دعاؤں پر زور دیں اور صرف جلسے کے دنوں میں نہیں بلکہ ہمیشہ کے لیے یہ درود شریف اور ذکر الٰہی، یہ ورود اپنی زندگیوں کا حصہ بنالیں اور اس پر ہر ایک کو، بچے کو، بڑے کو، عورت کو، مرد کو، سب کو توجہ دینی چاہیے۔

(خطبہ جمعہ 23 اگست 2024)

بین الاقوامی اشاعت حوالہ نمبر ISSN 2560-886X (Print) ISSN 2560-8878 (Online)

رابطہ : editor@ansar.ca / ishaat@ansar.ca / Tel: 905-417-1800

© www.pexels.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

01 قال اللہ عزّ وجل

02 قال الرسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

03 کلام المہدی
علیہ السلام

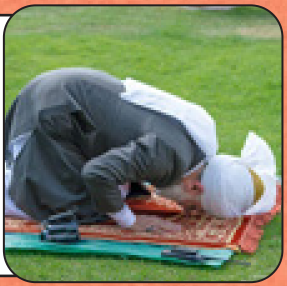

04 کلام الامام
ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

05 فارسی منظوم کلام
حضرت مسیح موعود علیہ السلام

06 تلاوت قرآن مجید
کے آداب
(از مولانا ابو العطاء جالندھری
صاحب مرحوم)

07 مبلغین سلسلہ
حضرت شیخ محمود احمد عرفانی صاحب
رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ مبلغ مصر

12 زاوية العرب

قال اللہ عزّ وجل

قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ
لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ﴿٣٢﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ
الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ﴿٣٣﴾ وَسَخَّرَ
لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ﴿٣٤﴾ وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ
وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴿٣٥﴾

(سورۃ ابراھیم آیات نمبر32تا35)

ترجمہ از تفسیرِ صغیر: تو میرے اُن بندوں سے کہہ دے جو ایمان لائے ہیں کہ وہ نماز قائم کریں اور جو کچھ ہم نے انہیں عطا کیا ہے اس میں سے مخفی طور پر بھی اور علانیہ طور پر بھی خرچ کریں پیشتر اس کے کہ وہ دن آجائے جس میں کوئی خرید وفروخت نہیں ہوگی اور نہ کوئی دوستی (کام آئے گی)۔ اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی اتارا، پھر اس کے ذریعہ کئی پھل نکالے (جو) تمہارے لئے رزق کے طور پر (ہیں)۔ اور تمہارے لئے کشتیاں مسخر کیں تا کہ وہ اس کے حکم سے سمندر میں چلیں۔ اور تمہارے لئے دریاؤں کو مسخر کر دیا۔ اور تمہارے لئے سورج اور چاند کو مسخر کیا اس حال میں کہ وہ دونوں ہمیشہ گردش کر رہے ہیں۔ اور تمہارے لئے رات اور دن کو مسخر کیا۔ اور اُس نے ہر چیز میں سے تمہیں دیا جو تم نے اس سے مانگی اور اگر تم اللہ کی نعمتیں گنو تو کبھی اُن کا شمار نہ کرسکو گے۔ یقیناً انسان بہت ظلم کرنے والا (اور) بہت ناشکرا ہے۔

تفسیر: حضرت خلیفۃ المسیح الاول ان آیات کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

’’انسان پر جناب الٰہی نے بڑے بڑے کرم، غریب نوازیاں اور رحم کئے ہیں۔ اس کے سر سے لیکر پاؤں تک اس قدر ضرورتیں ہیں کہ یہ شمار نہیں کرسکتا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اگر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور غریب نوازیوں کا مطالعہ کرو تو کیا گن سکتے ہو؟ ایک بال جوان کا سفید ہو جائے تو گھبرا اٹھتا ہے اور حجام کو بلا کر نوچ ڈالتا ہے۔ اس وقت معلوم ہوتا ہے کہ یہ کیسی نعمت ہے۔ پھر کھانے پینے میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک کھانا غریب سے غریب آدمی کے سامنے بھی جو آتا ہے تو دیکھو کہ وہ پانی، غلہ نمک کہاں کہاں سے آیا ہے اور اگر دال، گوشت، چاول بھی میز پر آجاوے تو دیکھو کہاں کہاں کی نعمت ہے اور ہر ایک کا جدا جدا مزہ ہے۔ پھر ہوا روشنی وغیرہ۔ کوئی ایک نعمت ہو تو اس کا شمار اور ذکر ہو۔ کسی نے مختصر ترجمہ کیا ہے۔

ابروبار مہر و خورشید ہمہ در کار اند   تا تو نانے بکف آری و غفلت نکنی

(بادل، ہوا، سورج اور چاند سب خدمت پر مامور ہیں تا کہ تو اپنا رزق حاصل کر سکے اور غفلت نہ کرے۔)

سورج چاند کو دیکھتے ہیں۔ بادل اور ہوا کو دیکھتے ہیں۔ یہ سب تیری روٹی کے فکر میں ہیں۔ پھر جس کا نمک کھائیں اور حکم نہ مانیں تو یہ نمک حرامی ہوئی یا کچھ اور؟ کوئی کسی کا نوکر ہو۔ اگر وہ آقا کی فرماں برداری نہیں کرتا تو وہ نمک حرام کہلاتا ہے۔ پھر کس قدر افسوس ہے انسان پر کہ اللہ تعالیٰ کے لاانتہا انعام واکرام اس پر ہوں اور وہ غفلت کی زندگی بسر کرے۔

(الحکم جلد 15 نمبر 21، 22 مورخہ 14/7 جون 1911ء صفحہ 6 حقائق الفرقان جلد سوم صفحہ 253-254)

قال الرّسول ﷺ

عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ ''مَا تَوَطَّنَ رَجُلٌ مُسْلِمٌ الْمَسَاجِدَ لِلصَّلَاةِ وَالذِّكْرِ اِلَّا تَبَشْبَشَ اللّٰهُ لَهُ كَمَا يَتَبَشْبَشُ اَهْلُ الْغَائِبِ بِغَائِبِهِمْ اِذَا قَدِمَ عَلَيْهِمْ''

(سنن ابن ماجه كتاب المساجد والجماعات باب لُزُومِ الْمَسَاجِدِ وَانْتِظَارِ الصَّلَاةِ)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ جب ایک مسلمان بندہ نماز اور ذکر الٰہی کے لیے مسجد میں آتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے بہت خوش ہوتا ہے اتنا خوش جتنا کہ ایک شخص کے گھر سے دور رہنے کے بعد واپسی پر اُس کے گھر والے خوش ہوتے ہیں۔

عَنْ اَبِي سَعِيدٍ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ''اِذَا رَاَيْتُمُ الرَّجُلَ يَعْتَادُ الْمَسَاجِدَ فَاشْهَدُوا لَهُ بِالْاِيمَانِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى ''اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ'' الْآيَةَ.''

(سنن ابن ماجه كتاب المساجد والجماعات باب لُزُومِ الْمَسَاجِدِ وَانْتِظَارِ الصَّلَاةِ)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ مسجد میں آنے کا عادی ہے تو اس کے ایمان کی گواہی دو کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم (سورۃ التوبۃ:۱۸) میں فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مساجد صرف وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔

مساجد کو آباد کرنے کے لیے ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''مساجد کے حق اُن کو آباد کرنا ہے۔ اور آبادی کے لئے خدا تعالیٰ نے جو معیار رکھا ہے وہ پانچ وقت مسجد میں آکر نماز ادا کرنا ہے۔ بہت سے لوگ بیشک ایسے ہیں جن کو کام کے اوقات کی وجہ سے پانچ وقت مسجد میں آنا مشکل ہے۔ لیکن فجر، مغرب اور عشاء میں تو یہ عذر نہیں چلتا، اُس پر تو حاضر ہو سکتے ہیں۔ میں جانتا ہوں دنیائے احمدیت میں بہت سے ایسے لوگ ہیں جو اِن مغربی ممالک میں رہتے ہیں اور مسجد سے پندرہ بیس میل کے فاصلے پر رہتے ہیں۔ لیکن نمازوں کے لئے مسجد میں آتے ہیں۔ اگر ظہر، عصر کی نمازیں نہ پڑھ سکیں، تو جیسا کہ میں نے کہا، یہ لوگ فجر، مغرب اور عشاء پر ضرور شامل ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہاں تو تقریباً ہر ایک کے پاس سواری ہے، اپنے دنیاوی کاموں کے لئے سواریاں استعمال کرتے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اور اُس کی عبادت کے لئے یہ سواریاں استعمال کریں گے تو ان سواریوں کا مقصد دین کی خدمت بھی بن جائے گا اور آپ کے بھی دین و دنیا دونوں سنور جائیں گے۔''

(خطبہ جمعہ 22/ جون 2012ء فرمودہ حضرت مرزا مسرور احمد، خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

کلام المہدی علیہ السلام

”نماز خدا تعالیٰ کی حضوری ہے اور خدا تعالیٰ کی تعریف کرنے اور اس سے اپنے گناہوں کے معاف کرانے کی مرکب صورت کا نام نماز ہے۔ اس کی نماز ہرگز نہیں ہوتی جو اس غرض اور مقصد کو مدنظر رکھ کر نماز نہیں پڑھتا۔ پس نماز بہت ہی اچھی طرح پڑھو۔ کھڑے ہو۔ تو ایسے طریق سے کہ تمہاری صورت صاف بتادے کہ تم خدا تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں دست بستہ کھڑے ہو اور جھکو تو ایسے جس سے صاف معلوم ہو کہ تمہارا دل جھکتا ہے اور سجدہ کرو تو اس آدمی کی طرح جس کا دل ڈرتا ہے اور نمازوں میں اپنے دین اور دنیا کے لیے دعا کرو۔“

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 183 ایڈیشن 2022ء)

نیز فرمایا: ”نماز سے بڑھ کر اور کوئی وظیفہ نہیں ہے کیونکہ اس میں حمد الٰہی ہے استغفار ہے اور درود شریف، تمام وظائف اور اَوراد کا مجموعہ یہی نماز ہے اور اس سے ہر ایک قسم کے غم وہم دور ہوتے ہیں اور مشکلات حل ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر ذرا بھی غم پہنچتا تو آپ نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے اور اس لیے فرمایا ہے اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (الرعد:۲۹) اطمینان، سکینتِ قلب کے لیے نماز سے بڑھ کر اور کوئی ذریعہ نہیں۔“

(الحکم جلد 7 مورخہ 31/ مئی 1903ء صفحہ 9 ملفوظات جلد پنجم صفحہ 134 ایڈیشن 2022ء)

کلام الامام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز کی اہمیت کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ: ''نماز ہر ایک مسلمان پر فرض ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے پاس ایک قوم اسلام لائی اور عرض کی یا رسول اللہ! ہمیں نماز معاف فرما دی جاوے کیونکہ ہم کاروباری آدمی ہیں۔'' آجکل کے بعض کاروباری بھی یہی بہانے کرتے ہیں۔ انہوں نے بھی یہی کہا کہ ہمیں نماز معاف فرما دی جائے کیونکہ ہم کاروباری آدمی ہیں۔ ''مویشی وغیرہ کے سبب سے کپڑوں کا کوئی اعتماد نہیں ہوتا'' کہ صاف ہیں کہ نہیں۔ ''اور نہ ہمیں فرصت ہوتی ہے۔'' دو بہانے ہیں، ایک کیونکہ جانور پالنے والے ہیں اس لئے پتہ نہیں کپڑے صاف بھی ہیں کہ نہیں اور نماز کے لئے حکم ہے کہ صاف کپڑے پہنو اور دوسرے کاروبار بھی ہے۔ دونوں صورتوں کی وجہ سے وقت نہیں ملتا۔ ''تو آپؐ نے (آنحضرت ﷺ نے) اس کے جواب میں فرمایا کہ دیکھو جب نماز نہیں تو ہے ہی کیا؟ وہ دین ہی نہیں جس میں نماز نہیں۔ نماز کیا ہے؟ یہی کہ اپنے عجز و نیاز اور کمزوریوں کو خدا کے سامنے پیش کرنا اور اسی سے اپنی حاجت روائی چاہنا۔ کبھی اس کی عظمت اور اس کے احکام کی بجا آوری کے واسطے دست بستہ کھڑا ہونا اور کبھی کمال مذلّت اور فروتنی سے اس کے آگے سجدے میں گر جانا۔ اس سے اپنی حاجات کا مانگنا، یہی نماز ہے۔ ایک سائل کی طرح کبھی اس مسؤل کی تعریف کرنا کہ تو ایسا ہے'' یعنی جس سے مانگا جا رہا ہے، اس کی تعریف کرنا کہ تو ایسا ہے۔ ''اس کی عظمت اور جلال کا اظہار کر کے اس کی رحمت کو جنبش دلانا پھر اس سے مانگنا، پس جس دین میں یہ نہیں وہ دین ہی کیا ہے۔ انسان ہر وقت محتاج ہے اس سے اس کی رضا کی راہیں مانگتا رہے اور اس کے فضل کا اسی سے خواستگار ہو کیونکہ اس کی دی ہوئی توفیق سے کچھ کیا جا سکتا ہے۔ اے خدا ہم کو توفیق دے کہ ہم تیرے ہو جائیں اور تیری رضا پر کاربند ہو کر تجھے راضی کر لیں۔ خدا تعالیٰ کی محبت، اسی کا خوف، اسی کی یاد میں دل لگا رہنے کا نام نماز ہے اور یہی دین ہے۔'' پھر فرماتے ہیں کہ: '' پھر جو شخص نماز ہی سے فراغت حاصل کرنی چاہتا ہے، اس نے حیوانوں سے بڑھ کر کیا کیا؟ وہی کھانا پینا اور حیوانوں کی طرح سو رہنا۔ یہ تو دین ہرگز نہیں۔ یہ سیرتِ کفار ہے بلکہ جو دم غافل وہ دم کافر والی بات بالکل راست اور صحیح ہے''۔ (ملفوظات جلد 3 صفحہ 189 جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ) پس نماز مومن کے لئے ایک ایسی چیز ہے جس کا خیال رکھنا، اس میں باقاعدگی رکھنا، یہی وہ باتیں ہیں جو ایک مومن اور غیر مومن میں فرق کرنے والی ہیں۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اگر عبادت نہیں تو جانور اور انسان میں کیا فرق ہوا۔

(خطبہ جمعہ 22؍ فروری 2008ء فرمودہ حضرت مرزا مسرور احمد، خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

فارسی منظوم کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ہست ما را یکے کہ ہر فیضان
میشود زان محافظ تن و جان

ہمارا ایک خدا ہے کہ ہر فیضان جو اس کی طرف سے ہے ہمارے جان وتن کا محافظ ہوتا ہے

آں خدائے کہ آفرید جہان
ہست ہر آفریدہ را نگران

وہ خدا جس نے جہان کو پیدا کیا وہی ہر مخلوق کا نگہبان ہے

ہر چہ باید برائے مخلوقات
از لباس وخوراک وراہ نجات

مخلوقات کے لئے جو کچھ بھی درکار ہے۔مثلا لباس، خوراک اور نجات کا راستہ

خود مہیا کند بمنت و جود
کہ کریم است و قادر است و ودود

ان سب کو مہربانی اور احسان سے وہ خود مہیا کرتا ہے کیونکہ وہ کریم قادر اور محبت کرنے والا ہے

چشم خود کن بکشت صحرا باز
خوشہ با خوشہ ایستادہ بناز

جنگل میں کھیتوں کی طرف آنکھیں کھول کر دیکھ کہ خوشہ کے ساتھ خوشہ ناز کے ساتھ کھڑا ہے

ہمہ از بہر ماست تا بخوریم
درد و رنج گرسنگی نہ بریم

یہ سب ہمارے لئے ہے کہ ہم اسے کھائیں اور بھوک کا درد اور تکلیف نہ اٹھائیں

آنکہ از بہرِ چند روزہ حیات
ایں قدر کردہ است تائیدات

وہ جس نے چند روزہ زندگی کے لئے اس قدر مدد کی ہے

چون نہ کردی برائے دار بقا
نظرے کن بعقل و شرم و حیا

وہ آخرت کے لئے جو ہمیشہ کا گھر ہے کیوں (امداد) نہ کرتا عقل اور شرم وحیا سے اس بات پر غور کر

سنگ افتد بر این چنین فرہنگ
کہ از صدق است دور صد فرسنگ

ایسی عقل پر پتھر پڑیں جو سچائی سے سو کوس دور پڑی ہے

گر کنی سوئے نفسِ خویش خطاب
کہ چہ سا نت گذر شود بجناب

اگر تو اپنے آپ سے ہی پوچھے کہ اس درگاہ میں تیرا گزر کیونکر ہو

خود ندائے بیا یدت ز درون
کہ ز تائید حضرت بیچون

خود تیرے اندر سے ہی یہ آواز آئے گی کہ خدائے بے نظیر ہی کی تائید سے یہ ہوسکتا ہے

(براہین احمدیہ حصہ چہارم، روحانی خزائن جلد اول صفحہ 368)

تلاوت قرآن مجید کے آداب

(از مولانا ابو العطاء جالندھری صاحب مرحوم مرسلہ قیادت تعلیم القرآن و وقف عارضی)

© www.pexels.com

1۔قرآن پاک خدائے قدوس کا کلام ہے۔قرآن مجید کے ذریعہ انسان کو راہِ نجات ملتی ہے اور وہ خدا کا مقرب بندہ بن جاتا ہے، شیطان اور بُرے لوگ نہیں چاہتے کہ انسان تلاوتِ قرآن مجید کرے اور اس سے روحانی فوائد حاصل کرے اس لیے تلاوتِ قرآن مجید کا پہلا ادب یہ ہے کہ قرآن مجید پڑھتے وقت انسان تعوّذ پڑھے یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھے۔ شیطان اور شیطانی وساوس سے خدا کی پناہ چاہیے۔

2۔قرآن مجید پڑھتے وقت حتی الامکان باوضوء ہونا چاہیے کیونکہ ظاہری پاکیزگی باطنی پاکیزگی کا موجب بنتی ہے۔ آیت لَا یَمَسُّہٗ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْنَ کے ایک معنے یہ بھی کیے گئے ہیں۔

3۔قرآن مجید کی تلاوت ٹھہر ٹھہر کر اور سوچ سوچ کر کرنی چاہیے، طوطے کی طرح رٹتے ہوئے جلد جلد پڑھنا مناسب نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِیْلًا۔

4۔قرآن مجید پڑھتے وقت اس کی آیات پر تدبّر اور غور کرنا ضروری ہے تا کہ حقیقی فائدہ اٹھایا جاسکے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْآنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُھَا کہ یہ منکرین قرآن مجید پر تدبّر نہیں کرتے؟ کیا ان کے دلوں پر قفل لگ چکے ہیں؟

5۔جس مجلس میں قرآن مجید پڑھا جائے وہاں شور نہیں ہونا چاہیے خاموشی ہونی چاہیے۔ قاری کو توجہ سے پڑھنا چاہیے اور سامعین کو خاموشی سے غور کرنے کا حکم ہے۔ ایسے موقعہ پر واہ واہ کرنا قرآنی ارشاد کے خلاف ہے۔فرمایا وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ کہ جب قرآن پڑھا جا رہا ہو تو توجہ سے سُنو اور خاموش رہو تا تم پر رحمتِ خداوندی کا نزول ہو۔

6۔ سُنت طریق یہ ہے کہ قرآن مجید پڑھتے وقت آیاتِ رحمت و بشارت پر دل میں دعا کی جائے اور آیات عذاب کی تلاوت کے وقت عذاب سے پناہ مانگی جائے۔

7۔قرآن مجید میں جو سجدے درج ہیں اُن آیات کے پڑھنے پر قاری کو نیز سننے والوں کو بھی سجدہ کرنا چاہیے۔

8۔قرآن مجید کو عام اوقات میں بھی اُونچا رکھنا چاہیے اور تلاوت کرتے وقت احترام کے مقام پر رکھنا ضروری ہے۔ ظاہری ادب سے باطنی ادب بھی پیدا ہوتا ہے۔

9۔قرآن مجید کی تلاوت سب اوقات میں ہوسکتی ہے البتہ فجر کے وقت قرآن مجید پڑھنے کی خاص تاکید آئی ہے اِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْھُوْدًا۔

10۔جن آیات میں احکام و اوامر ہیں اُن کی تلاوت کرتے وقت ان کی تعمیل کا عزم کیا جائے اور جن آیات میں بُرے کاموں کے نہ کرنے کا ذکر ہے اُن کو پڑھتے وقت ان کاموں سے اجتناب کی نیت کی جائے۔

11۔علمِ قرآن اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی حاصل ہوتا ہے اس لیے تلاوتِ قرآن کے وقت یہ دعا کرتے رہنا چاہیے کہ مجھے اللہ تعالیٰ علمِ قرآن اور تفقّہ فی الدین عطا کرے۔

۱۲۔تلاوتِ قرآن مجید پاکیزہ مکان میں اور ستھری جگہ میں ہونی چاہیے، مساجد میں بھی ہونی چاہیے اور گھروں میں بھی ہونی چاہیے۔

(الفضل 27 ؍ جنوری 1976ء صفحہ 2)

مبلغین احمدیت

حضرت شیخ محمود احمد عرفانی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ مبلغ مصر

حضرت شیخ محمود احمد عرفانی صاحب ابن حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ 28؍ اکتوبر 1897ء کو پیدا ہوئے۔ قادیان کے پاکیزہ ماحول میں پروان چڑھے اور مدرسہ احمدیہ قادیان سے تعلیم حاصل کی۔ آپ کے والد صاحب کی یہی خواہش تھی کہ آپ حصول تعلیم کے بعد اپنی زندگی خدمت دین کے لیے وقف کریں چنانچہ وہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

”میں نے اپنے بچوں کی زندگیاں دینیات کی تعلیم کے لیے وقف کر دی ہوئی ہیں۔ میری دلی منشا یہی ہے کہ علوم عربیہ کو حاصل کریں اور دینیات کی تعلیم سے فراغت حاصل کر کے یورپ کی کوئی زبان سیکھیں اور اشاعت اسلام کے لیے اپنی زندگی کو وقف کریں…“

(الحکم 14؍ نومبر 1912ء صفحہ 1)

حضرت عرفانی صاحبؓ ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

”اواخر 1896ء میں میری شادی ہوئی، اُن ایام میں مَیں امرتسر میں مقیم تھا…. شادی کے بعد ایک روز میں سورۃ آل عمران کی تلاوت کرتا تھا اور حضرت مریم علیہا السلام کی ماں کی نذر کا واقعہ میرے سامنے تھا۔ اس وقت میرے دل میں ایک جوش اٹھا اور یہ خواہش پیدا ہوئی کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی بیٹا عطا فرماوے تو میں اس کی زندگی خدمت اسلام کے لیے وقف کروں…. 24؍ اکتوبر 1897ء کو محمود احمد سلمہ اللہ الاحد پیدا ہوا…. اور اس کی زندگی کو خدمت دین کے لیے اپنے مولیٰ کے حضور باخلاص وقف کر دیا…. خدا کی قدرت ہے کہ محمود کی عمر ابھی دو ہی ماہ کی ہوئی تھی کہ ایسے اسباب پیدا ہو گئے کہ میں امرتسر سے قادیان کو ہجرت کروں…. اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس طرح پر سامان فرمایا کہ میرا وہ پلوٹھا جس کی زندگی کو میں نے سلسلہ کی خدمت کے لیے وقف کیا تھا، اس محترم زمین میں رہ کر پرورش پاوے…. پھر محمود کی تعلیم کا جب سلسلہ شروع ہوا تو میرے مکرم و محترم صاحبزادہ منظور محمد صاحب نے نہایت اخلاص و محبت سے اسے قرآن شریف پڑھایا۔ اس عہد تعلیم میں وہ ہمارے مخدوم و محسن حضرت نواب صاحب قبلہ کے صاحبزادگان کا ہم درس و ہم مکتب رہا…. پھر محمود کی تعلیم و تربیت کے لیے میں نے ہمیشہ یہی پسند کیا کہ وہ مدرسہ احمدیہ میں تعلیم پائے….“ (الحکم 21؍ فروری 1922ء صفحہ 3، 4)

بحمدہٖ تعالیٰ آپ نے اپنے والد صاحب کی خواہش کو پورا کرتے ہوئے دینی تعلیم حاصل

کی۔ زمانہ طالب علمی سے ہی آپ کو علمی کاموں سے لگاؤ تھا، آپ کا ایک پانچ صفحاتی مضمون بعنوان ”احب الأشیاء لسان المحبوب“ اخبار الحکم 14/ نومبر 1912ء میں شائع شدہ ہے۔

1917ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ رضی اللہ عنہ نے زندگی وقف کرنے کی تحریک فرمائی جس پر 23 نوجوانوں نے اپنا نام حضورؓ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ بھی ان نوجوانوں میں شامل تھے۔ (تاریخ احمدیت جلد ۴ صفحہ 204)

اپریل 1919ء کے آغاز میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے حضرت مولوی غلام رسول راجیکی صاحبؓ کو انڈیا کے دور دراز علاقے مالابار جانے کا ارشاد فرمایا اور حضرت شیخ محمود احمد عرفانی صاحب کو اُن کا رفیق سفر بنایا۔ چنانچہ آپ 7/اپریل کو قادیان سے روانہ ہوئے اور حضورؓ کی ہدایت کے مطابق کچھ روز کانپور میں قیام کرتے ہوئے مالابار پہنچے۔ یہ دورہ قریباً پانچ ماہ پر محیط تھا اس دوران آپ کو حضرت راجیکی صاحبؓ کی خدمت اور فیض صحبت سے مستفید ہونے کا کافی موقع ملا۔ آپ آغاز ستمبر میں اس دورے سے واپس قادیان پہنچے۔ حضرت مولانا راجیکی صاحبؓ نے اپنی کتاب ”حیات قدسی“ میں صفحہ 334 تا 363 پر اس دورہ کی کچھ تفصیل بیان فرمائی ہے۔ جس میں آپ کا ذکر بھی موجود ہے۔

اس دورے سے واپس آتے ہی آپ نے ”تاریخ احمدیت مالابار“ کتاب تیار کی۔

(الحکم 21/ اکتوبر 1919ء صفحہ ۱)

1922ء میں آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اجازت سے تبلیغ احمدیت کے لیے مصر روانہ ہوئے۔ روانہ کرتے وقت حضورؓ نے اپنے قلم سے جو ہدایات تحریر فرمائیں ان میں لکھا:

”آپ کا اول کام عربی زبان کا سیکھنا ہے اس لئے ہندوستانیوں سے رابطہ پیدا نہ کریں کیونکہ انسان غیر ملک میں اپنے اہل ملک سے جب ملتا ہے ان کی طرف بہت کھنچ جاتا ہے۔ پس جہاں تک ہو سکے عربوں سے ہی میل ملاقات رکھیں تا کہ زبان صاف ہونے کا موقع ملے ..... اپنے اخلاق کا نمونہ دکھانے کی کوشش کریں کیونکہ غیر جگہ انسان جاتا ہے تو لوگ اس کی حرکات سکنات کی طرف زیادہ توجہ کرتے ہیں۔ ہر ایک بات پر اپنی رائے ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی .....“ (بحوالہ تاریخ احمدیت جلد چہارم صفحہ 287،286) اس ضمن میں آپ تحریر فرماتے ہیں: ”چونکہ زندگی وقف کی ہوئی تھی اور عہد یہ تھا کہ میں کوئی خرچ سلسلہ سے نہ لوں گا اس لیے ناظر صاحب دعوۃ و تبلیغ (اس وقت جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ناظر تھے) نے حضرت والد صاحب قبلہ کو میرے اخراجات کے لیے تحریک کی انہوں نے ایک ہزار روپیہ شاہ صاحب موصوف کو بھیج دیا۔ میرے فرائض میں تھا کہ تحصیل علم کے ساتھ تبلیغ کا کام بھی کروں ...“

(مرکز احمدیت قادیان صفحہ 284 مصنفہ حضرت شیخ محمود احمد عرفانی صاحب۔ عالمگیر الیکٹرک پریس سید میٹھا بازار لاہور)

آپ فروری 1922ء میں قادیان سے روانہ ہوئے اور براستہ بمبئی، عدن ہوتے ہوئے مصر پہنچے۔ مصر میں تبلیغ احمدیت نہایت کٹھن کام تھا۔ اسلامی تعلیم کی سب سے بڑی یونیورسٹی ”جامعۃ الازہر“ یہاں ہے اور عرب لوگ اہل زبان ہونے کی وجہ سے خود سے زیادہ کسی کو بھی قرآن و حدیث کا عالم نہیں سمجھتے۔ ایسے ماحول میں مسیح محمدیؑ کا پیغام پہنچانا واقعی ایک مشکل امر تھا۔ بہر کیف یہ ایک آسمانی پیغام تھا اور خلیفہ وقت نے آپ کو اس کی اشاعت کے لیے بھیجا تھا لہٰذا آپ نے بھی دعاؤں کے ساتھ اس سرزمین میں قدم رکھے۔ آپ کا قیام مصری دارالحکومت قاہرہ میں تھا۔ آپ سے پہلے محترم حاجی عبدالکریم احمدی (وفات: 20/ دسمبر 1968ء) اپنی فوجی ملازمت کے سلسلے میں کچھ سال مصر میں گزار گئے تھے اور انہوں نے تبلیغی لحاظ سے کئی رابطے قائم کر لیے تھے اور کچھ بیعتیں بھی کرائی تھیں، انہوں نے مصر روانگی کے وقت آپ کو ان احمدی احباب اور زیر تبلیغ احباب کے نام اور پتے نوٹ کرا دیے تھے۔ چنانچہ آپ نے مصر پہنچ کر ان سے بھی رابطے قائم کیے۔ چنانچہ ایک جگہ آپ لکھتے ہیں:

”اسکندریہ میں مولوی عبدالکریم صاحب کی مساعی سے ایک جماعت قائم ہوئی تھی اور ان کی خدمات اسکندریہ کے اندر بہت عمدہ رنگ لائیں۔ گرچہ ان احباب میں سے جو اُن کے ذریعہ احمدی ہوئے، پانچ دوست فوت ہو چکے ہیں، انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔ مگر ایک نہایت پُر جوش دوست محمد وصفی صاحب ہیں، انہوں نے پانچ سال کی لگاتار محنت سے اسکندریہ میں ایک جماعت پیدا کر لی ہے جس کی تعداد بیس سے اُوپر ہے۔“

(الفضل 21/ اگست 1922ء صفحہ 2)

تبلیغ کے حوالے سے آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ مقامی لوگ اتنی مخالفت نہیں کرتے لیکن وہاں مقیم ہندوستانی لوگ رکاوٹیں ڈالتے ہیں لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سلسلہ تبلیغ چلتا رہا۔ آپ نے بعض مصری اخبارات میں بعض مضامین بھی چھپوائے، چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

”میری تحریکات پر ایک انگریزی اخبار ایجپشن گزٹ (Egyptian Gazette) نے ایک بہت طویل مضمون حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق لکھا جس کا عنوان تھا ”ساری دنیا کے لیے رسول“۔ یہ اخبار بیس ہزار سے زیادہ چھپتا ہے اور مصر میں نہایت ہی اچھی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ دوسرا مضمون ایک اخبار ”لطائف المصورۃ“ نے جو

باتصویر اخبار ہے اور قریباً پچاس ہزار آدمی اس کو پڑھتے ہیں، اس نے شائع کیا۔ یہ تحفہ پرنس آف ویلز پر ریویو ہے جس میں اس نے لکھا کہ احمدیہ جماعت کی ہمت قابل داد ہے۔ اس کا ایڈیٹر عیسائی ہے۔ بہت سے لوگ احمدیت کا ذکر کرنے لگے ہیں اور احمدیت سے واقف ہو رہے ہیں۔" (الفضل 30/ نومبر 1922ء صفحہ 1)

قاہرہ میں ایک چھوٹی سی جماعت قائم ہونے کے بعد آپ نے الگ طور پر نماز جمعہ کا انتظام کیا اور مورخہ 11/ نومبر 1922ء کو پہلا جمعہ باجماعت پڑھا گیا۔ (الفضل یکم جنوری 1923ء صفحہ 12) اخبار الفضل 7/ اگست 1923ء صفحہ 2 پر شیخ محمد سعید صاحب کا نام بطور رئیس الحرکۃ الاحمدیہ قاہرہ کے طور پر ملتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے جلسہ سالانہ 1922ء کے موقع پر مورخہ 27/ دسمبر کے خطاب میں فرمایا: "اس سال بیرونی ممالک میں تبلیغ کے سلسلہ میں ایک نیا مشن مصر میں جاری کیا گیا ہے جہاں خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے ایک طالب علم کے ذریعہ جماعت پیدا کر دی ہے۔" (خطاب جلسہ سالانہ 27/ دسمبر 1922ء، انوار العلوم جلد 7 صفحہ 7) یہ وہی دن تھے جب محترم مولوی مبارک علی صاحب بی اے بی ٹی برلن (جرمنی) میں احمدیہ مسجد کی سنگ بنیاد کی تیاری کر رہے تھے، اُس وقت ان کی مخالفت میں سب سے آگے جرمنی میں مقیم مصر کے لوگ تھے۔ اسی طرح انگلستان اور امریکہ میں بھی بفضلہٖ تعالیٰ سلسلہ احمدیہ کو ترقیات نصیب ہو رہی تھیں۔ ادھر مصر میں آپ کی تبلیغی مساعی کی وجہ سے ایک سال میں مصر میں احمدیت کا نام اتنا جانا پہچانا ہو گیا کہ مشہور مصری عالم علامہ رشید رضا نے اپنے معروف رسالہ "المنار" میں لکھا:

"نجم بمصر هذه الايام قرن بدعة (ميرزا غلام احمد القاديانی) بعد ان كانت محصورة فی الهند، ثم بثت دعوتها فی اوروبة و البلاد الأمريكية .... ذات دعاة و اتباع يبثون تعاليمهم فی رسائل يطبعونها و يوزعونها، و مقالات ينشرونها ..... و قد كُنا نظن ان بدعة القاديانی لا تتجاوز بعد موته .... و ان هذه الدعوىٰ ستموت و يخجل اهلها منها ..... و اذ قد ظهر لی ان القاديانية قد ازدادوا ضلالاً، و انهم نظموا دعوتهم و حاولوا تعميمها .... فسأجدّد الردّ عليهم و تفنيد مزاعمهم فی مقالات تترى فی الأجزاء الآتية۔" (المنار، اغسطس 1923ء جزء 8 مجلد 24 صفحہ 578 تا 583)

ترجمہ: ان دنوں مصر میں مرزا غلام احمد القادیانی کی "بدعتی" جماعت ظاہر ہوئی ہے بعد اس کے کہ وہ ہندوستان میں ہی بند تھی۔ پھر اس کے مبلغین اور پیروکاروں نے اس کی تبلیغ کو یورپ اور امریکہ میں بھی پھیلا دیا ہے جو اپنی تعلیمات کو اپنے رسائل اور مضامین کے ذریعہ پھیلا رہے ہیں۔ ہم تو سمجھتے تھے کہ قادیانی کی جماعت ان کی وفات کے بعد آگے نہیں چلے گی اور یہ کہ یہ پیغام جلد ہی مرجائے گا اور اس کے ماننے والے اس سے شرمندہ ہوں گے .... لیکن اب جبکہ ظاہر ہو گیا ہے کہ قادیانیت "گمراہی" کے باوجود بڑھ گئی ہے اور انہوں نے اپنی تبلیغ کو منظم کر لیا ہے اور اس کو عام کرنے میں کوشاں ہیں لہٰذا میں بھی آئندہ آنے والے شماروں میں مضامین کے ذریعے ان کے اور دعاوی کے ردّ کا کام دوبارہ شروع کرتا ہوں۔

دسمبر 1923ء میں آپ نے "قصر النیل" نامی ایک ہفت روزہ اخبار جاری کیا لیکن حکومت نے حکماً بند کروا دیا۔ (الحکم 7/ دسمبر 1923ء صفحہ 1)

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ جب 1924ء میں یورپ تشریف لے گئے تو راستہ میں حضورؓ کا قیام مصر میں بھی ہوا۔ حضورؓ پورٹ سعید وارد ہونے کے بعد ایکسپریس گاڑی سے قاہرہ تشریف لے گئے اور حضرت شیخ محمود احمد عرفانی صاحبؓ کے مکان واقع شارع خلیج المصری میں فروکش ہوئے۔ قاہرہ میں حضورؓ کا قیام صرف دو دن رہا۔ قیام مصر کے دوران آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح اور رفقاء سفر کی خدمت کا موقع ملا۔ اس قیام کے دنوں کا ذکر کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں "مجھ کو تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ ہم سب قادیان

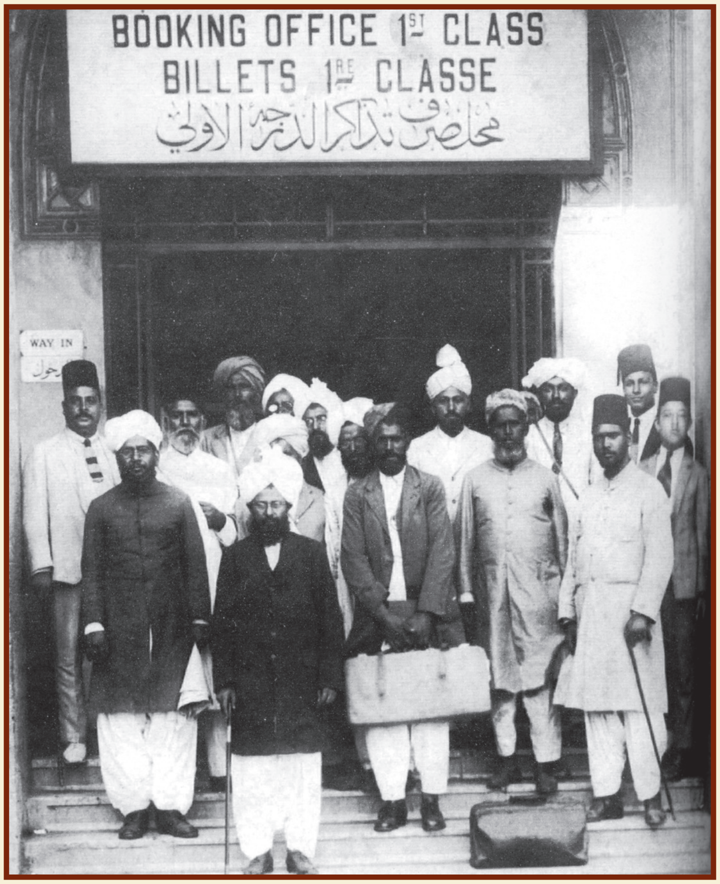

میں ہیں۔" (الحکم 14/ستمبر 1924ء صفحہ ۷) اس موقع پر 29/جولائی 1924ء کو قاہرہ ریلوے سٹیشن پر حضورؓ کے ساتھ لیے گئے ایک گروپ فوٹو میں آپ بھی بائیں طرف کھڑے ہیں۔مصر میں دو دن قیام کے بعد حضورؓ فلسطین جانے کے لیے روانہ ہوئے تو حضورؓ نے آپ کو بھی مصری سرحد تک ساتھ چلنے کی ہدایت فرمائی چنانچہ آپ سویز کینال پر واقع شہر القنطرہ تک ساتھ گئے۔

1925ء میں حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ پھر آپ کے پاس مصر آئے، چند روزہ قیام کیا اور اپنے قیام کے دوران عید الاضحیٰ کی نماز پڑھائی۔ (الفضل 13/اگست 1925ء صفحہ 2) ستمبر 1925ء میں آپ نے معاملات حجاز کے متعلق قاہرہ میں مقیم سفیر حجاز اور مندوب نجد سے ملاقات کی اور انہیں اپنا تعارف جماعت احمدیہ کے نام سے کرایا اور جماعت کی مختصر تاریخ بتائی اور پھر حجاز میں پیش آمدہ اضطرابات کے متعلق ان سے تبادلہ خیالات کیا۔ (الفضل 29/اکتوبر 1925ء صفحہ 6) آپ قریبًا چار سال مصر میں خدمات سرانجام دینے کے بعد 25/جنوری 1926ء کو واپس قادیان پہنچے۔ (الفضل 29/جنوری 1926ء صفحہ 1)

قریبًا چار سال بعد آپ دوبارہ عازم مصر ہوئے۔ آپ 13/دسمبر 1929ء کو قادیان سے روانہ ہوئے اور کراچی سے بذریعہ بحری جہاز براستہ عراق، شام اور فلسطین سے ہوتے ہوئے مصر پہنچے۔ اس سفر میں آپ کے بھائی ابراہیم علی عرفانی صاحب بھی آپ کے ساتھ تھے۔ (الفضل 17/دسمبر 1929ء صفحہ 9) حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی زندگی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سفر ہندوستان کی تحقیق کے لیے ایک وفد مشرق وسطیٰ بھجوانے کا ارادہ فرمایا تھا جس میں نصیبین (موجودہ ترکی) بھی شامل تھا لیکن حضورؑ کی زندگی میں یہ ارادہ پورا نہ ہوسکا۔ حضرت شیخ عرفانی صاحب نے حضرت اقدسؑ کی اس خواہش کو پورا کرنے کے لیے اسی راستہ سے مصر جانے کا ارادہ فرمایا اور موصل (عراق)، القامشلی اور نصیبین کا راستہ اختیار کیا۔ اس راستہ میں آپ کو مشکلات بھی اٹھانی پڑیں لیکن آپ لکھتے ہیں کہ "مقدس اور پاکیزہ خواہش یہاں تک لے آئی۔" (الفضل 31/جنوری 1930ء صفحہ 12)

آپ نے قاہرہ میں آنریری مبلغ کے فرائض کی بجاآوری کے ساتھ "اسلامی دنیا" نام سے ایک اخبار جاری کیا۔ (الفضل یکم اپریل 1930ء صفحہ 9،10) الٰہ آباد سے نکلنے والے اردو رسالے "چاند" نے نومبر، دسمبر 1930ء میں سپیشل ایڈیٹرز نمبر شائع کیا جس میں آپ نے اپنا مضمون "ہندوستان کے باہر اُردو" بھجوایا۔ یہ مضمون اس رسالے کے صفحہ نمبر 421 پر شائع شدہ ہے جہاں آپ کے نام کے ساتھ "مدیر اسلامی دنیا قاہرہ مصر" لکھا ہوا ہے۔ یہ اخبار زیادہ دیر نہ چل سکا اور کچھ عرصہ بعد ہی اس کی اشاعت بند ہوگئی۔

آپ کے دوسری دفعہ مصر آنے کے وقت شام اور فلسطین میں احمدیہ دار التبلیغ قائم ہوچکے تھے اور ان عرب ممالک میں احمدیت کا پیغام بڑی تیزی سے پھیل رہا تھا جس کی وجہ سے مخالفت میں بھی شدت آگئی تھی، مصر سے نکلنے والے رسالے "الفتح" نے خاص طور پر جماعت احمدیہ کی مخالفت میں خبریں اور مضامین شائع کیے۔ اس مخالفانہ روش میں ان کی نظر مصر میں آپ کی موجودگی پر بھی تھی، جامعہ ازہر کے استاذ محمد الخضر حسین نے احمدیت کے متعلق اپنے ایک مخالفانہ مضمون میں لکھا:

"یذکر القادیانیون ان لھم دعاۃ فی الصین و الھند و العجم و العراق و جدۃ و سوریا و فلسطین و مصر، و قرانا فی کتاب لھم مطبوع سنہ 1932 ان داعیتھم فی مصر الشیخ محمود احمد..."

(الفتح، القاھرۃ۔ یوم الخمیس 18/رجب 1351ھ، العدد 319 السنۃ السابعۃ صفحہ 31)

یعنی قادیانی جماعت یہ دعویٰ کرتی ہے کہ ان کے مبلغین چین، ہند، عجم، عراق، جدہ، شام، فلسطین اور مصر میں بھی ہیں اور ہم نے ان کی ایک کتاب مطبوعہ 1932ء میں پڑھا ہے کہ ان کا ایک مبلغ شیخ محمود احمد مصر میں ہے...

نہ صرف یہ کہ مصری علماء نے مخالفت میں مضمون لکھے بلکہ ہندوستان سے بھی مولویوں نے عربوں کو بدظن کرنے کے لیے مخالفانہ مضمون بھجوائے چنانچہ کرنول کے ایک عربی ٹیچر ابو المکارم محمد عبد السلام نے اپنے ایک مضمون میں عرب علماء کو التجا کی:

"یا علماء العرب فی المشرق و المغرب، و یا علماء الحرمین الشریفین، و یا مولانا شیخ الازھر، و یا مفتی الدیار المصریہ الحالی، والذی قبلہ، والذی قبلہ، و یا کاتب الشرق الاکبر الامیر شکیب ارسلان و یا حضرۃ الاستاذ محمد تقی الدین الھلالی و یا جمیع علماء الشریعۃ الاسلامیۃ بیّنوا رحمکم اللہ ما عندکم من شرع اللہ فی حق ھذہ الفرقۃ، فانھم یزعمون ان لھم مرکز تبشیر ناجح فی مصر، و ان لھم مرکزًا فی جدۃ ایضا۔"

(الفتح، القاھرۃ۔ یوم الخمیس 24/شعبان 1351ھ، العدد 324 السنۃ السابعۃ صفحہ 4)

(آپ حضرت مصلح موعودؓ کے بائیں طرف آخری کرسی پر بیٹھے ہیں)

یعنی اے شرق وغرب کے عرب علماء! اور اے حرمین شریفین کے علماء اور الازہر کے شیخ اور مصر کے موجودہ مفتی صاحب اور جو اِن سے پہلے تھے اور جو اُن سے بھی پہلے تھے … اور اے شریعت اسلامیہ کے سب علماء! آپ لوگوں کے پاس اس فرقہ (احمدیہ۔ ناقل) کے متعلق جو کچھ ہے اس کو کھول کر بیان کرو کیونکہ وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ مصر میں ان کا ایک کامیاب تبلیغی سنٹر ہے اور اسی طرح جدہ میں بھی۔

ہندوستان کے مولویوں کی عرب علماء کے نام یہ التجائیں اُن کی بے بسی اور جماعت احمدیہ کی ترقی کا اعلان کر رہی ہیں۔ بہر کیف آپ ان مخالفانہ حالات میں بھی حکمت کے ساتھ اپنے فرائض سرانجام دیتے رہے اور 1934ء میں واپس قادیان آگئے۔

قادیان واپس آنے کے بعد آپ نے اخبار الحکم کا دوبارہ اجراء کیا اور اس مرتبہ علاوہ اور علمی مضامین کے خاص طور صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حالات محفوظ کیے۔ الحکم 1934ء میں جاری ہوا اور 1943ء تک چلتا رہا۔ اس کے علاوہ آپ نے ”مرکز احمدیت قادیان“ جیسی مفید کتاب تصنیف کی۔ اسی طرح ”سیرت حضرت سیدۃ النساء ام المومنین نصرت جہاں بیگم صاحبہ“ جیسی گراں قدر کتاب تصنیف فرمائی۔ آپ کو ذیابیطس کا دیرینہ عارضہ تھا لیکن اس کے باوجود تندرستوں کی طرح کام میں مصروف رہتے۔ آپ نے 19، 20 رفروری 1944ء کو 47 سال کی عمر میں وفات پائی اور بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہوئے۔

آپ کی اہلیہ محترمہ مبارکہ محمودہ بیگم صاحبہ بنت حضرت بابو فیروز علی صاحب رہتاسیؓ تھیں۔ یہ نکاح حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے جون 1921ء میں پڑھا۔ (الفضل 27 رجون 1921ء صفحہ 2) لجنہ اماء اللہ کی ابتدائی کام کرنے والی خواتین میں آپ کی اہلیہ بھی شامل تھیں۔ بہت دعائیں کرنے والی اور دین کی خادمہ تھیں۔ انہوں نے 1978ء میں کراچی میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئیں، بوجہ موصیہ ہونے کے یادگاری کتبہ بہشتی مقبرہ ربوہ میں لگا ہوا ہے۔ (بدر قادیان 19 راکتوبر 1978ء صفحہ 2)

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ وَارْحَمْہُ وَارْفَعْ دَرَجَاتِہٖ۔

یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ دس بج چکے ہیں یا نہیں بلکہ یہ دیکھا جائے گا کہ کام ختم کرلیا گیا ہے یا نہیں

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کام کرنے کی عادت پیدا کرنے کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”ایسی کئی راتیں مجھ پر گزری ہیں جن میں مجھے صبح کی نماز تک کام کرنا پڑا ہے، کئی کتابیں میں نے ایسی لکھی ہیں جن میں بعض دوسرے دوست بھی میرے شریک تھے اور ہم صبح تک کام کرتے چلے گئے۔ صبح کی نماز پڑھ کر بیٹھ گئے اور رات تک کام کرتے رہے۔ پس کام کرنے سے گھبرانا ایک ایسی بات ہے جو میری سمجھ سے بالا ہے حالانکہ میری غرض تحریک جدید اور ان صیغوں کے قائم کرنے سے یہی ہے کہ لوگوں کو کام کرنے کی عادت ڈالی جائے اور نئی پود اتنا کام کرنے کی عادی ہو کہ وہ سمجھے ہی نہ کہ کام ہوتا کیا ہے۔ یہی لعنت تو میں دور کرنا چاہتا ہوں کہ اب چھ بج چکے ہیں، اب سات بج چکے ہیں، اب دس بج چکے ہیں اور ہمیں دفتر بند کر کے چلے جانا چاہیے کیونکہ یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ دس بج چکے ہیں یا نہیں بلکہ یہ دیکھا جائے گا کہ کام ختم کرلیا گیا ہے یا نہیں یا کام ختم ہونا ناممکن تو نہیں ہوگیا.... کام کرنے والے لوگ تو جب انہیں کوئی ضروری کام لاحق ہو دو دو راتیں مسلسل جاگنا بھی کوئی بڑی بات نہیں سمجھتے۔“ (خطبات محمود جلد 17 صفحہ 252۔ خطبہ جمعہ فرمودہ 24 راپریل 1932ء)

(قیادت تحریک جدید مجلس انصار اللہ کینیڈا)

زاوية العرب

آية قرآنية تبين أن ترك ذكر الله والغفلة عنه كفر

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ (البقرة 153)

حديث شريف عن فضل ذكر الله

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: "مَثَلُ الَّذِي يَذْكُرُ رَبَّهُ وَالَّذِي لَا يَذْكُرُ رَبَّهُ مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ"

(صحيح البخاري، كتاب الدعوات)

من كلام الامام عليه السلام

"الصلاة وذكر الله"

الأمر الثاني هو الصلاة التي اكّد القرآن الكريم على الالتزام بها مرارا. ولكن اعلموا الى جانب ذلك انه قد لُعن في القرآن الكريم المصلّون الذين يجهلون حقيقتها ويعاملون اخوتهم بالبخل. الحق ان الصلاة سؤال في حضرة الله لينقذ من السيئات والمنكرات كلها. يكون الانسان في مواجهة الألم والفُرقة دائما ويود ان يحظى بقرب الله والطمأنينة والسكينة التي هي نتيجة النجاة. ولكن هذا الأمر لا يتسنى نتيجة ميزة احد او حذلقته، ولا يمكنه ان يصل الى الله ما لم يدعُه الله اليه. ولا يتطهر ما لم يطهّره الله. ان الكثيرين يشهدون على ان حماسا ينشأ في طبائع الناس مرارا ليزول الذنب الذي فيهم ولكنه لا يكاد يزول مهما حاولوا، ومع ان النفس اللوامة تلومه الا انه يصدر منه الخطأ؛ فتبين من ذلك ان التطهير من الذنب في يد الله وحده ولا يستطيع احد ان يتطهر بقوته هو. صحيح ان السعي في ذلك ضروري.

باختصار، الصلاة هي الوسيلة الوحيدة لتطهير الباطن المليء بالذنوب والبعيد عن معرفة الله وقربه، ولتقريبه من الله، وبها تُزال السيئات ويملأ مكانها بالعواطف الطيبة. هذا هو السر فيما قيل بأن الصلاة تنهى عن الفحشاء والمنكر.

ما هي الصلاة؟ هي دعاء، والدعاء الذي فيه الم وحرقة كاملة هو الذي يُسمّى الصلاة لأن المرء يسأل الله تعالى بالحرقة والألم ليزيل الرغبات والأهواء السيئة من داخله ويخلق مكانها حبًّا طاهرًا بفيضه العام.

ان كلمة "الصلاة" تدل على ان ترديد الكلمات واداء الصلاة وحدها لا يكفي، بل لا بد من ان تصحبها الحرقة والرقة والألم. ان الله تعالى لا يجيب دعاء احد ما لم يُشرِف الداعي على الموت. القيام بالدعاء الحقيقي امر في غاية الصعوبة، ولا يدرك الناس حقيقته، يكتب اليَّ الكثيرون انهم دعَوا لأمر كذا وكذا ولم يُستجب لهم، وهكذا يسيئون الظن بالله تعالى ويهلكون قانطين، ولا يعرفون انه لا جدوى من الدعاء الذي تعوزه مستلزماته التي منها ان يذوب القلب وتسيل الروح كالماء على عتبة الله تعالى، ويحدث فيها نوع من الكرب والاضطراب. بالاضافة الى ذلك يجب الا يستعجل الانسان والا يعيل صبره، بل ينبغي ان يواظب عليه بكل صبر ومثابرة، ثم تُتوقّع استجابة مثل هذا الدعاء.

الصلاة هي الدعاء من الطراز الأول ولكن للأسف لا يقدرها الناس، ولا يفهمون حقيقتها اكثر من انها طقس يحتوي على القيام والركوع والسجود واداء بعض الجمل التي حفظوها كالببغاء سواء افهموا معانيها ام لا. وظهر للعيان امر مؤسف آخر ان المسلمين كانوا يجهلون حقيقة الدعاء سابقا ولا يتوجهون اليه، ثم نشأت فوق ذلك فِرق كثيرة ازالوا قيود الصلاة ووضعوا مكانها بعض الأوراد والمجاهدات. فمن تلك الفِرق "نوشاهي"

و"جشتي" وغيرهما. انهم يهاجمون الاسلام واحكام الله خفية وينقضون التزامات الشريعة ويريدون ان يوجدوا شريعة جديدة. اعلموا، اننا -وغيرنا من الباحثين عن الحق- لسنا بحاجة الى اي بدعة في حال وجود نعمة الصلاة. كلما واجه النبي ﷺ مصيبة او ابتلاء قام للصلاة فورا. تفيد تجربتنا وتجربة الصلحاء قبلنا ايضا انه ليس من شيء يماثل الصلاة في ايصال الانسان الى الله تعالى. يلتزم الانسان بالأدب عند قيامه فيها كالعبد الذي يشبك يديه عند قيامه امام سيده. ثم في الركوع ادب اكثر من القيام، اما السجدة فهي قمة في الأدب، فحين يلقي الانسان نفسه في الفناء يخر ساجدًا. فالأسف كل الأسف على الحمقى وعبدة الدنيا الذين يريدون ان يغيّروا طريق الصلاة ويعترضون على الركوع والسجود، في حين انها امور سامية تتسم بالكمال. الحق انه ليس بيد الانسان شيء ما لم يأخذ نصيبًا من ذلك العالم الذي اتت منه الصلاة.

(الحكم المجلد11، عدد2: عدد17/1/1907م، ص5)

في رحاب التفسير

(من التفسير الكبير لحضرة الحاج مرزا بشير الدين محمود أحمد رضى الله عنه، الخليفة الثاني للمسيح الموعود عليه السلام)

الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكْرِ اللَّهِ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ (الرعد29)

شرح الكلمات:

تطمئن: اطمأن الى كذا: سكن وآمَنَ له (الأقرب).

التفسير:

يتمتع الانسان في الدنيا بأنواع النعم، ويحقق الرقي في شتى المجالات، فيكسب مالاً وينال منصبًا، ويظفر بزوجة جميلة، ويُرزق ذرية طيبة، ويجد اصدقاء مخلصين، وينعم بتجارة رابحة، ويزداد علمًا وثقافة، ومع ذلك لا يجد طمأنينة القلب ولا سكينة البال، بل كلما تحققت له امنية تولدت في قلبه امنية اخرى تقيمه وتقعده، فلا يزال قلبه يلتاع ويحترق بالاحساس بأنه لم يظفر بضالته المنشودة. شأنه شأن الرضيع الذي ينفصل عن امه، فكلما احتضنته امراة يلتصق بثديها ظنًا منه انها امه، ولكنه لا يجد السكينة في حجرها، بل سرعان ما يتركها متجهًا الى الأخرى باحثًا عن امه الحقيقية. او مثله كمثل الأم التي تفقد وليدها. فقد ورد في الحديث الشريف ان الرسول ﷺ راى في احدى الغزوات امراة فقدت رضيعًا لها، فكانت تبحث عنه هنا وهناك. وكلما وجدت صبيًا احتضنته... تلاطفه و تداعبه، ثم تركته في مكانه وتقدمت الى غيره باحثةً عن ولدها المفقود، وفي الأخير وجدته فألصقته بصدرها، وجلست ترضعه باطمئنان وسكينة. فقال النبي ﷺ لأصحابه: الله

افرحُ بالعبد اذا تاب اليه من هذه المراة بولدها*. لقد لفت النبي ﷺ بذكر هذا الحادث الأنظار الى عبرة اخرى، ولكن اود توجيه عنايتكم الى جانب آخر من الصورة، وهو قلق المراة واضطرابها قبل العثور على ولدها، ثم اطمئنانها بعد الظفر بضالتها المنشودة.

وهذا هو حال كل انسان، حيث لا يطمئن الا بعد الحصول على غايته الحقيقية. فالذين يذكرون الله حقًا، يتم لهم الوصال به - عز وجل-. فلا يبقى لديهم اي اضطراب ولا حرقة ولا قلق، بل يزدادون كلَّ حين قربًا منه وبالتالي سكينة وطمأنينة. اما الذين يجرون وراء متع الدنيا الفانية فقط، فانهم كلما حققوا رقيًا ماديًا كلما ازدادوا اضطرابًا والتياعًا.

فثبت بذلك ان غاية حياة الانسان هي البحث عن الذات الالهية، ولذلك نرى انه حينما يظفر بالوصال مع الله وقربه، يعمر قلبه بالسكينة والطمأنينة. ولكن على النقيض من ذلك، ترون ما يعانيه الشخص الذي يجري وراء المادة من قلق واضطراب. خذوا مثلاً "راجات" الدويلات الهندية، فانهم رغمَ كونهم محميين من قبل الحكومة الانجليزية بالهند الا ان الخوف على الحياة يستبد ببعضهم لدرجة انهم لا يشربون الماء العادي خشية ان يسمّمه احد، وانما يستوردون المياه المختومة من انجلترا، فتُفتح امام اعينهم، فيشرب منها الآخرون قبل الراجا. ونفس الحال بالنسبة لطعامهم، حيث يُطبخ تحت رقابة صارمة، ويؤمر الطباخ بتناوله اولاً، ثم الطبيب، ثم الراجا نفسه. ومعنى ذلك ان هؤلاء رغم كونهم ملوكًا يعيشون في خطر وقلق دائمين. ولكن انظروا الى نبينا محمد ﷺ، لقد كان محاصرًا بين الأعداء طوال الحياة، ومع ذلك عاش مطمئنًا هادئ البال قرير العين، غير خائف ولا قَلِقٍ على نفسه، حتى اذا دعاه العدو للطعام لبّى دعوته دون تردد ولا خوف. يذكر التاريخ ان امراة يهودية حاولت مرة قتله ﷺ، فأعدَّت له الطعام ووضعت فيه السّم الزعاف القاتل. ولكن الله تعالى اخبره عن ذلك بالوحي قبل ان يتناوله، وهكذا نجّاه من الموت (السيرة لابن هشام، "امر خيبر")

لماذا كان مطمئنًا مرتاح البال الى هذه الدرجة؟ ليس هناك اي سبب الا انه كان على صلة بالله الذي يعلم الغيب، ومن كان على صلة بالله آتاه الله نصيبًا من غَيبِه بقدر الحاجة، فيعيش مطمئنًا.

وهناك سبب روحاني آخر وراء اطمئنان الانسان المتقدم روحانيًا ووراء قلق المرء المتقدم ماديًا. ذلك ان الشخص كلما احرز تقدمًا ماديًا وازداد مالاً كلما كان هناك احتمال اكبر لأن يتسرب المال الحرام الى امواله مما سلبه من اموال الآخرين. ولكن ليس الأمر هكذا في الأمور الروحانية. فمهما احرز الانسان تقدمًا روحانيًا، فلن يأخذ الا نصيبه دون ان يبخس الآخرين حقوقَهم ولذلك يعيش مطمئنًا مرتاح البال دون ان يؤنّبه ضميره بمعصية الله وهضم حقوق الآخرين. والى ذلك تشير الآية وتقول بأن الجنة التي يدخلها المؤمن عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ (آل عمران:134) اي ان مساحة الجنة مثل السماوات و الأرض مشتركة بين المؤمنين كافة على سواء، ولكنّ كلاً منهم سوف ينتفع بها وفق ملكاته وقواه الروحانية.

* (اقرب الروايات الى هذا المعنى هي: "عن عمر بن الخطاب قدِم على النبي ﷺ بسَبْيٍ فاذا امراة من السبي قد تحلّبَ ثديها بسقيٍ، اذا وجدت صبيًا في السبي اخذته فألصقته على بطنها وارضعته. فقال لنا النبي ﷺ: اترون هذه طارحةً ولدَها في النار؟ قلنا: لا وهي تقدر على الا تطرحه. فقال: الله ارحم بعباده من هذه بولدها"
(البخاري: كتاب الأدب) (الناشر)

ذكر الله والدعاء لثبات القلب

''تفيد الأحاديث الشريفة ان النبي ﷺ كان يكثر من الدعاء:

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ (آل عمران:9)

وقد ورد في رواية عن شَهْر بن حَوْشَب قال: قلت لأم سلمة يا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ مَا كَانَ أَكْثَرُ دُعَاءِ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِذَا كَانَ عِنْدَكِ؟ قَالَتْ كَانَ أَكْثَرُ دُعَائِهِ يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ. قَالَتْ: فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ مَا أَكْثَرَ دُعَاءَكَ يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ! قَالَ يَا أُمَّ سَلَمَةَ، إِنَّهُ لَيْسَ آدَمِيٌّ إِلَّا وَقَلْبُهُ بَيْنَ أُصْبُعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ اللهِ؛ فَمَنْ شَاءَ أَقَامَ وَمَنْ شَاءَ أَزَاغَ.

(سنن الترمذي، كتاب الدعوات عن رسول الله ﷺ)

انظروا الآن، كم يجب ان نخاف، وكم نحن بأمس حاجة الى الدعاء لنُجنِّب قلوبَنا من الزيغ والاعوجاج. فهذه الظنون السيئة والشكاوى التافهة تُبعد الانسان عن الدين. هل كان ممكنا ان يزيغ قلب النبي ﷺ والعياذ بالله؟ كلا! لا يمكن ان يحدث ذلك ابدا. اذ لم يكن في قلبه ﷺ شيء سوى ذكر الله. ولقد اعلن الله تعالى على لسانه ﷺ: فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (آل عمران:32)

اذن، فلا ينشأ السؤال عن زيغ قلبه ﷺ، بل الحق ان اتباعه يؤدي بالآخرين ايضا الى غفران ذنوبهم. ان شعاره ودثاره وحياته ومماته كان لله رب العالمين. ولقد قال ﷺ: تنام عيني ولا ينام قلبي. (صحيح البخاري، كتاب المناقب، باب كان النبي ﷺ تنام عيناه ولا ينام قلبه)

اي ان عينيَّ تنامان ولكن قلبي وذهني يبقيان مشغولينِ في ذكر الله تعالى. اذن، فان ادعية النبي ﷺ التي كان يدعو بها انما كانت من اجل ان يترك لنا اسوته ﷺ، وكانت للأمة حتى لا تزيغ قلوبهم فيؤمنوا بالمسيح والمهدي حين يأتي زمان بعثته. ليت المسلمين يفهمون هذه النقطة الهامة! فهل من ازمة اكبر واسوا من ان يضل الانسان طريقه رغم مشاهدته الصدق والحق، و رغم كونه من اولاد الذين وجدوا الحق وقدموا من اجله تضحيات جسيمة! او ان يجلب الانسان غضب الله تعالى على نفسه بعد مشاهدته افضال الله تعالى ونيله نصيبا منها. فعلى المسلمين الآخرين ان يفكروا ويتدبروا جيدا في هذا الأمر، ومن واجبهم ان يتعمقوا في احوالهم، الا تشير احوالهم الراهنة الى انهم قد جلبوا سخط الله وغضبه على انفسهم؟ رحمهم الله تعالى''.

(مقتبس من خطبة الجمعة، التي القاها امير المؤمنين سيدنا مرزا مسرور احمد ايده الله تعالى بنصره العزيز، في 2008/11/12م)

التأليف في معاني القرآن وغريبه، والراغب الأصفهاني

(معتز القزق، أستاذ الجامعة الأحمدية -كندا)

ربما يظن البعض ان اول من بحث في معاني كلمات القرآن هو العالم الراغب الأصفهاني، ولكن بالبحث نجد ان التأليف في معاني القرآن وغريبه يعود الى مرحلة مبكرة من تاريخ الاسلام.

ولكن اشتهر كتاب مفردات الراغب كمعلم بارز في معاجم المفردات القرآنية، حيث يعتبر كتاب "مفردات الفاظ القرآن" للراغب الأصفهاني في المرتبة الأولى من الكتب الكثيرة المؤلفة في هذا الموضوع، فليس هناك مؤلف في علوم القرآن، او دارس او مفسر او كاتب - بعد الراغب الأصفهاني الا ويولي هذا الكتاب الاعجاب والاهتمام لما له من فضل عظيم ولكونه منعطفاً هاماً في تاريخ معاجم المفردات القرآنية.

ومن مميزات كتابه طريقة تتبعه للكلمة وتصريفاتها واضافاتها، فمن اسلوبه التوسع الذي هو اصل المعنى وجذره، بحيث يعطي القارئ ما هو بحاجة اليه في فقه اللغة واسرار الاشتقاق، والتدرج في فهم العربية، والوقوف على تصاريفها، مما يخدم فهم الكلمة والحكمة من استعمالها وتذوق حلاوتها وادراك دلالاتها وايحاءاتها، خدمة للكتاب المعجز الذي ارتضاه الله تعالى للبشرية.

اقدم مثالا على اسلوبه في كشف جذر الكلمة:

اي جذر المعنى او الأصل الدلالي الواحد الذي تلتقي عنده جميع معانيها، اي جميع مشتقات الكلمة واستعمالاتها. حيث ركّز الأصفهاني على تتبع المعاني المشتركة للكلمة، محاولاً ارجاع المادة اللغوية (حروفها الأصلية) الى معنى اساسي مجرد يُفسر سياقاتها المختلفة في القرآن الكريم، وكمثال للتوضيح، اتناول كيف عرض الراغب مادة "برّ"، حيث يقول:

البَرّ: خلاف البحر، وتصُوِّر منه التوسع. فاشتق منه "البر" اي: التوسع في فعل الخير.

ثم يقول: "والبُرُّ" معروف، وتسميته بذلك لكونه اوسع ما يحتاج اليه في الغذاء". وهكذا يكون "التوسع" هو الجذر الذي يجمع بين المعاني.

ثم يحاول الراغب درك هذا في نسبة الكلمة واضافاتها، فيرى ان "البر" ينسب الى الله تعالى تارة نحو إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ والى العبد تارة، فيقال: "بر العبد ربه" اي: توسع في طاعته، فمن الله تعالى الثواب، ومن العبد الطاعة. فهو يريد بذلك ان التوسع في الثواب من الله مقابل التوسع في الطاعة من العبد تلميحا لمعنى السعة.

ثم يقول: وبر الوالدين: التوسع في الاحسان اليهما، وضده: العقوق ... الى ان يقول: ويستعمل " البر" في الصدق لكونه بعض الخير المتوسع فيه، يقال: برّ في قوله، وبرَّ في يمينه.

لكتاب الراغب قيمة علمية كبيرة من حيث التعامل مع الكلمة، وعرض مفردات الفاظ القرآن وشرحها، وطريقة ترتيبه الألفبائي - فاء الفعل ثم عينه ثم لامه، تسهيلا على القارئ البحث عن مفردات الألفاظ القرآنية، ومعرفة معانيها بيسر وسهولة.